
مسلک اہل سنت
کی امتیازی اصطلاح
مسلک اعلیٰ حضرت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ —— وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنتی گروہ وہ ہے جو میری اور میرے صحابہ کی سنت پر ہو اور وہ جماعت ہے۔ (ترمذی، واحمد وابوداؤد)

عصر حاضر میں «مسلکِ اہلِ سنت» کی مترادف اصطلاح

مسلکِ اعلیٰ حضرت

تصنیف

مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی

صدر شعبۂ افتا و ناظمِ مجلسِ شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

ناشر

مکتبہ برہانِ ملت

جامع مسجد راجہ مبارک شاہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

نام کتاب : عصر حاضر میں مسلکِ اہلِ سنت کی مترادف اصطلاح
مسلکِ اعلیٰ حضرت
تالیف : مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی
صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
کمپوزنگ : پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارکپور ۹۴۱۴۰۷۵۶۴۳۴۹
صفحات : ۴۰
اشاعت : ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء
تعداد : ۱۱۰۰
ناشر : مکتبہ برہانِ ملت، جامع مسجد راجہ مبارک شاہ، مبارک پور

ملنے کے پتے:

(۱) مجلسِ برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
(۲) مجلس برکات، کٹرہ گوکل شاہ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
(۳) المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور
(۴) حق اکیڈمی، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

MAKTABA-E-BURHANE MILLAT
Jama Masjid Raja Mubarak Shah
Purani Basti, P.O. Mubarakpur, Distt. Azamgarh-PIN 276404
Contact Numbers- 9616239099, 9621111959

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

☆☆☆☆☆

ھدیۂ تشکر

یہ کتاب محبِ مکرم حضرت مولانا مفتی الحاج انفاس الحسن چشتی دام مجدہ مفتی و صدر المدرسین دار العلوم صمدیہ، پھپھوند شریف کے خصوصی تعاون سے شائع ہو رہی ہے۔ خداے کریم اپنے حبیب رؤف و رحیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے طفیل حضرت مفتی صاحب کی یہ خدمتِ دینی قبول فرمائے، ان کے علم، فضل، فیضان و عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور دارین میں اس کے بہتر اجر و صلہ سے شرف یاب کرے، آمین۔

محمد نظام الدین رضوی غفرلہ

۹/ ۱۲/ ۱۴۳۴ھ

تاثرِ گرامی

از: حضرت مولانا **مبارک حسین مصباحی**، مدیرِ اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ
واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

باسمہٖ سبحانہٗ

اس وقت ہمارے ہاتھوں میں مذہبِ اسلام کے عظیم مجدد و فقیہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے حوالے سے «مسلکِ اعلیٰ حضرت» نام کی ایک وقیع اور علمی کتاب ہے، اس کے مصنف جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے صدر شعبۂ افتا، محققِ مسائلِ جدیدہ، سراج الفقہا، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ العالی ہیں، جو اس وقت فقہ و تحقیق میں اپنی مثال آپ ہیں۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت جامعہ اشرفیہ کا ایک عظیم مقصد ہے، کون نہیں جانتا کہ ۱۹۷۲ء میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ہی کی فکروں کے اجالے میں تاج دارِ اہلِ سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے جامعہ اشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا، اس کارواں میں شیخ طریقت حضرت سید العلما مارہروی اور دیگر اکابرِ اہلِ سنت رحمہم اللہ بھی تھے، جب کہ اس سے قبل ۱۹۳۴ء میں تلمیذِ اعلیٰ حضرت، علامہ شاہ امجد علی اعظمی اور مشائخِ اہلِ سنت نے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کا سنگ بنیاد رکھا تھا، حضرت صدر الشریعہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا: ”جو دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کی مخالفت کرے گا، ذلیل و خوار ہو گا۔“ اس جملے کو حضرت نے تین بار ارشاد فرمایا۔ مشائخِ اہلِ سنت اور سرکار مفتیِ اعظم ہند بریلی شریف کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ اس دار العلوم اشرفیہ نے تفسیر و حدیث، فقہ و کلام اور تعلیم و تربیت کے میدانوں میں وسیع اور عظیم خدمات انجام دیں اور بفضلہٖ تعالیٰ وہ آج بھی اپنی علمی اور فکری استطاعت کے مطابق دین و سنیت کی عظیم خدمات انجام دے

رہا ہے اور رضویات کے حوالے سے بھی جامعہ اشرفیہ کے کارنامے آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل اور لائقِ صد افتخار ہیں۔

قابلِ صد مبارک باد ہیں سراج الفقہا، محققِ مسائل جدیدہ، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبۂ افتاجامعہ اشرفیہ مبارک پور جنھوں نے «مسلکِ اعلیٰ حضرت» کے تعلق سے ایک انتہائی وقیع، معلومات افزا اور فکر انگیز کتاب مرتب فرمائی۔ ہم اس کتاب کی مکمل تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ یہ کتاب در اصل حضرت کے دو مضامین کا دل کش مرقع ہے۔حضرت سراج الفقہا جدید فقہی تحقیقات پر گہری نظر رکھتے ہیں، بلند اخلاق، ملنسار اور وسیع النظر ہیں۔ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرتے ہیں، جو کرتے ہیں وہی کہتے ہیں اور جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ تحقیق اور فقہی مباحث میں بڑا توازن رکھتے ہیں، جن مسائل پر گفتگو کرتے ہیں ساری پرتیں کھول کر رکھ دیتے ہیں، جن نکات پر عام طور پر نظر نہیں جاتی، آپ ان نازک مراحل کو بہ آسانی حل کر دیتے ہیں اور حیرت انگیز مسائل اخذ کر لیتے ہیں۔

حضرت ایک دین دار خاندان میں پیدا ہوئے اور مسلسل جد و جہد فرما کر علم و فقاہت میں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں، زمانہ گردنیں اٹھا اٹھا کر آپ کی سرفرازیوں کو دیکھتا ہے اور ورطۂ حیرت میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔ آپ نے ابتدائی دور میں فتویٰ نویسی اور مختصر کتابوں سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا اور آج آپ ایک عظیم فقیہ اور بلند پایہ محقق کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ آج آپ کی علمی عظمتوں اور فقہی تحقیقات کا عالم یہ ہے کہ کسی مسئلے کے تعلق سے اہلِ سنت آپ کا اسم گرامی پیش کرتے ہیں۔

یوں تو آپ کی زندگی کے بہت سے کارنامے ہیں، لیکن جس چیز نے اہلِ عصر کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے، وہ دو چیزیں ہیں۔

(۱) —اللہ تعالیٰ نے آپ کو قدیم و جدید فقہی مسائل میں ایک منفرد شناخت عطا

فرمائی ہے۔ انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کی بلند پایہ صلاحیت ودیعت کی ہے، ساتھ ہی کردار و عمل اور فقہ و تحقیق میں نمایاں حیثیت ہے۔

(۲)- نئی نسلوں کے سنوارنے اور ترقی دینے کی عظیم ترین اسپرٹ ہے، آپ نے فقہی سیمیناروں میں صرف جدید مسائل ہی حل نہیں کیے ہیں، بلکہ نوجوان علما اور فقہا میں غور و فکر کرنے اور اصولِ افتا کے ساتھ مسائل کی گہرائی تک پہنچنے کی صلاحیت بھی پیدا کی ہے۔

جہاں تک زیرِ نظر کتاب کا معاملہ ہے، آپ نے نہ صرف یہ کہ اسے مرتب فرمایا ہے، بلکہ سچ یہ ہے کہ آپ نے اپنی گہری بصیرت سے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ نے اپنی تحقیق سے یہ واضح کر دیا ہے کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت در اصل مسلکِ اہلِ سنت و جماعت اور مسلکِ سوادِ اعظم ہی کی ایک تعبیر ہے۔ رہے فقہی اختلافات، یہ عہدِ صحابہ سے چلے آرہے ہیں، آج بھی ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ اس کی واضح مثالیں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مسالک ہیں۔ یہ باہم مختلف ہونے کے باوجود شیر و شکر کل بھی تھے، آج بھی ہیں اور اِن شاء اللہ آئندہ بھی رہیں گے۔

مولا تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس تحقیقِ انیق کو قبولِ عام عطا فرمائے اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے طفیل اس کے برکات گھر گھر پہنچائے۔

آمين بجاه حبيبه سيد المرسلين، عليه الصلاة والتسليم.

مبارک حسین مصباحی
۱۰؍ اکتوبر ۲۰۱۳ء

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم* حامدًا و مصلّیًا و مسلّمًا

مذہبِ اسلام کے جو عقائد کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ کے نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہیں یا اجماعِ امت یا اجماعِ اہلِ سنت سے ثابت ہیں، وہ سب اہلِ سنت و جماعت کے عقائد ہیں اور انھیں کو «مسلکِ اہلِ سنت و جماعت» کہا جاتا ہے۔

عہدِ رسالت میں اس کا اولیں نام «مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ» اور «اَلْجَمَاعَة» تھا۔ اور اب کچھ بلادِ اسلامیہ میں اسی کو «صوفی مسلک» سے جانا جاتا ہے اور برِ صغیر ہند و پاک میں ایک خاص مناسبت اور اہلِ باطل سے امتیاز کی وجہ سے انھیں اسلامی عقائد کو «مسلکِ اعلیٰ حضرت» سے موسوم کیا گیا، اب یہاں کے عرف و اصطلاح میں «مسلکِ اعلیٰ حضرت» کا لفظ «مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ» اور «مسلکِ اہلِ سنت و جماعت» کی مترادف اصطلاح ہے۔

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیفِ مبارکہ مجموعی طور پر دو حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہیں:

پہلا حصہ – عقائدِ اہلِ سنت و جماعت میں۔

دوسرا حصہ – فروع و مسائلِ مذہبِ حنفی میں۔

حُسام الحرمین، تمہیدِ ایمان، تجلّی الیقین، السّوء والعقاب وغیرہا تصانیفِ مبارکہ **عقائد** سے ہیں، جب کہ فتاویٰ رضویہ کے بیش تر مسائل **فروعِ مذہبِ حنفی** سے ہیں۔

عقائد اور فروع میں جو بنیادی اختلاف ہے اس سے اہلِ علم بخوبی واقف ہی، ہمارے عوام بھائی بھی ایک دو مثالوں کی روشنی میں اسے سمجھیں۔

☆ اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، جو اس کا انکار کرے اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہے، اور مذہبِ حنفی کا ایک فرعی مسئلہ ہے کہ نماز میں پست آواز سے آمین کہنا افضل ہے۔

یہاں عقیدے اور فرع کا فرق زمین اور آسمان سے بھی زیادہ ہے۔ اگر کوئی شخص حضور ﷺ کو آخری نبی نہ مانے تو وہ باجماع امت کافر، اسلام سے خارج ہے، اور اگر کوئی اس فرعی مسئلے «پست آواز سے آمین کہنے» کو افضل نہ مانے، جیسا کہ ائمۂ شافعیہ کا یہی مذہب ہے تو ان پر کوئی گرفت نہیں، وہ سچے پکے مسلمان ہیں۔

☆حضور سید الانبیاء ﷺ کی توقیر و تعظیم فرضِ عین ہے اور آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی کفر و ارتداد۔ یہ عقیدہ ہے۔

اور فجر کی نماز روشن کر کے پڑھنا افضل ہے اور اولِ وقت میں پڑھنا خلاف اولیٰ، غیر افضل، یہ فرعی مسئلہ ہے اور یہاں بھی حکم کے لحاظ سے عقیدے اور فرع میں وہی فرقِ عظیم ہے جو اوپر بیان ہوا۔

الغرض عقیدے اور فرع کے درمیان فرق کی ایسی بے شمار مثالیں ہیں جن کو سمجھ جانے کے بعد ہمارے سنی عوام بھی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ عقیدے کا اختلاف الگ ہے اور فروع کا اختلاف الگ۔ عقیدے میں اختلاف پایا جائے تو اس کو فروع کے اختلاف کی طرح سمجھنا بڑی نادانی ہے، یوں ہی فروع میں اختلاف پایا جائے تو اسے عقائد کے اختلاف کی طرح سمجھنا بڑی بھول ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ سطورِ بالا میں ذکر کیے گئے عقائد و فروع کے فرق کی طرح ہر جگہ عقیدے اور فروع میں زمین و آسمان سے زیادہ فرق ہوتا ہے، بلکہ کہیں یہ فرق زمین و آسمان کے برابر بھی ہوگا اور کہیں اس سے کچھ کم بھی ہوگا، مگر ہے دونوں میں بہت بڑا فرق، اور اہلِ علم کی نگاہ میں تو زمین و آسمان کی طرح کھُلا ہوا فرق ہے، اور ایسے فرق کے ہوتے ہوئے دونوں کو ایک سمجھنا اربابِ علم و فقہ کی شان سے بعید بلکہ بہت ہی بعید ہے۔

اگر یہ بات حق ہے اور ضرور حق ہے تو اب یقین کیجیے کہ «مسلکِ اعلیٰ حضرت» کا تعلق عقائد سے ہے، فقہی فروع سے نہیں ہے۔

☆معدومۃُ النفقہ کا نکاح فسخ کرنے کی اجازت ☆زوجۂ مفقود الخبر کا نکاح فسخ کرنے کی اجازت ☆شناختی کارڈ کے لیے فوٹو کھنچانے کی اجازت ☆لڑکیوں اور عورتوں کو لکھنا سکھانے کی

اجازت ☆وادیِ مُحَسِّر میں وقوف کی اجازت ☆الکحل آمیز دواؤں کے استعمال کی اجازت ☆لوگوں کے نماز پڑھنے کے وقت بلند آواز سے اجتماعی صلاۃ و سلام کی اجازت ☆مزامیر کے ساتھ قوالی کی اجازت ☆اور اس طرح کے اور بھی بہت سے مسائل جو بظاہر فتاویٰ رضویہ کے صریح احکام کے خلاف ہیں اور یہ اجازت کچھ مسائل میں ہمارے اکابر علماے اہلِ سنت نے دی ہے، اور زیادہ مسائل میں موجودہ فقہاے عصر نے دی ہے، مگر یہ مسائل عقائد کے باب سے نہیں، بلکہ فروع کے باب سے ہیں، اس لیے اجازت دینے والے فقہا و علما پر ”مسلکِ اعلیٰ حضرت“ سے اختلاف یا انحراف کا الزام لگانا اور فتاویٰ رضویہ شریف سے ظاہری اختلاف کی وجہ سے ان کے خلاف تحریک چلانا نہ صرف یہ کہ بے جا ہوگا بلکہ یہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ وارشاداتِ عالیہ کے خلاف بھی ہوگا۔

پھر اگر فروعی مسائل میں اختلاف ”مسلکِ اعلیٰ حضرت“ سے اختلاف ہوتا تو ہمارے موجودہ علماے عصر فتاویٰ رضویہ کے فروعی مسائل سے ہرگز اختلاف نہیں کرتے۔

اس طرح یہ حقیقت اجاگر ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ شرعی احکام کچھ تو **عقائد** سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ **فروع** سے۔ یوں ہی مجددِ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیفات بھی کچھ **عقائد** سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ **فروع** سے۔ اور واضح ہو چکا کہ عقائد و فروع کے احکام میں زمین و آسمان کی طرح کھُلا ہوا فرق ہے۔

عقائد میں اختلاف کا حکم ضلالت و گمراہی سے کفر و شرک تک پہنچتا ہے، جب کہ فروع میں اختلاف کا حکم صواب و خطا سے آگے نہیں بڑھتا اور بہر حال فروع میں اختلاف کرنے والے دونوں فریق اللہ عزوجل کی طرف سے اجر و ثواب کے حق دار ہوتے ہیں۔ واضح ہو کہ ”فروع“ سے مراد غیر اجماعی، اجتہادی مسائل ہیں۔

اب ”مسلکِ اعلیٰ حضرت“ کا تعلق عقائد سے ہے یا فروع سے؟

ہم تو اس کے بارے میں بتا چکے کہ اس کا تعلق صرف عقائد سے ہے اور اِن شاءَ اللہ العزیز اس پر تفصیلی گفتگو اصل کتاب میں آرہی ہے، لیکن حالاتِ زمانہ پر نظر ڈالیے تو محسوس

ہوتا ہے کہ کچھ لوگ عقائد وفروع میں کوئی فرق وامتیاز کیے بغیر سب کو «مسلکِ اعلیٰ حضرت» سمجھ رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب علماے محققین حالاتِ زمانہ کے بدلنے سے کسی بدلے ہوئے فرعی حکم کی نشان دہی کرتے ہیں، جو بظاہر فتاویٰ رضویہ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، حالاں کہ واقع میں وہ فتاویٰ رضویہ کے موافق ہوتے ہیں تو وہ حضرات اسے مسلکِ اعلیٰ حضرت سے اختلاف و انحراف قرار دیتے ہیں اور اس کے خلاف تحریر وتقریر کے ذریعہ تحریک چلاتے ہیں۔ساتھ ہی محققین پر اپنے شایانِ شان بہت کچھ عنایات بھی فرماتے ہیں۔ حالاں کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا تعلق عقائد سے ہے، نہ کہ فروعی احکام سے۔

ہم اپنے ایسے مہربانوں کو سمجھانے کے لیے بالخصوص اور اپنے سنی بھائیوں کو سمجھانے کے لیے بالعموم «مسلکِ اعلیٰ حضرت کا صحیح تعارف» پیش کر رہے ہیں۔جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہر منصف پر واضح ہو جائے گا کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کا تعلق عقائد سے ہے اور فروعی مسائل میں اختلاف یا ان کے بدل جانے کے اظہار کے باعث کوئی اس مسلک سے خارج نہ ہوگا۔

یہ کتاب راقم السطور کے دو مضامین پر مشتمل ہے۔ ایک مضمون کرناٹک کے ایک صاحب کے ذریعہ پوچھے گئے سوال کا جواب ہے جو شوال ۱۴۳۴ھ میں لکھا گیا۔ یہ ذرا تفصیلی ہے۔اور دوسرا مضمون ۲۰۰۸ء میں لکھا گیا تھا، یہ مختصر ہے۔

قارئینِ کرام کو اس حقیقت سے آگاہ رہنا چاہیے کہ «مسلکِ اعلیٰ حضرت» کے تعارف اور اس کے لکھنے، بولنے کے جواز کے تعلق سے عرصۂ دراز سے ہمارے یہاں سے مضامین اور فتاویٰ شائع ہوتے رہے ہیں، زبانی ہدایات اور کثیر قلمی فتاوی اس کے سوا ہیں، مثلاً:

☆ماہنامہ اشرفیہ، شمارہ اپریل ۱۹۹۹ء میں نائب مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سابق صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ کا مضمون بہ عنوان: «مسلکِ اعلیٰ حضرت» شائع ہوا۔

☆اس کے بعد کسی وقت بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد المنان اعظمی مبارک پوری علیہ الرحمۃ

سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ اشرفیہ کا مضمون اسی موضوع پر شائع ہوا۔

☆ شمارہ جولائی ۲۰۰۳ء، پھر شمارہ اپریل ۲۰۰۸ء میں راقم الحروف کے دو مضامین شائع ہوئے، ایک تفصیلی فتویٰ بہ عنوان: «مسلکِ اعلیٰ حضرت کیا ہے؟» دوسرا بہ عنوان: «مسلکِ اہل سنت ہی مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے»۔

☆ دس سال کی مدت میں راقم الحروف کا تیسرا مضمون ایک استفسار کے جواب میں ماہ نامہ اشرفیہ شمارہ اکتوبر ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا جو علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوا، ہم اپنے بعض احباب اور بزرگوں کی فرمائش پر اپنے دو اخیر کے مضامین کچھ ضروری اضافے کے ساتھ شائع کر رہے ہیں تاکہ ان کا افادہ عام سے عام تر ہو جائے۔ ہمارا مقصود علم و تحقیق کے انوار سے دلوں کی دنیا کو جگمگانا اور اپنے بھائیوں کو اخلاص و اصلاح کی خوشبو سے معطّر کرنا۔ خدا نے چاہا تو یہ انوار غلط فہمیوں کے اندھیرے دور کریں گے اور ہمارے بہت سے بھائی اصلاح پذیر ہوں گے۔

اخیر میں ہم شکریہ ادا کرتے ہیں محبِ مکرم حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی دام مجد ہم کا جنھوں نے اپنے تاثرات سے اس بے مایہ کی حوصلہ افزائی کی، اور ساتھ ہی شکر گزار ہیں محبِ مکرم حضرت مولانا مفتی انفاس الحسن صاحب دام مجد ہم صدر المدرسین دار العلوم صمدیہ پھپھوند شریف کے جن کی توجہِ خاص سے یہ کتاب شائع ہو رہی ہے۔ خدائے پاک ان حضرات کو جزائے خیر سے نوازے اور میری دینی و علمی خدمات کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہٖ سید المرسلین علیہ و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ الصّلاۃ والتسلیم.

محمد نظام الدین رضوی
صدر شعبۂ افتا و ناظم مجلسِ شرعی
جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۹/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ / ۱۵/ اکتوبر ۲۰۱۳ء (سہ شنبہ)

﴿استفسار﴾

از: حاجی محمد خلیل احمد رضوی، صدر مرکزی مسجد، بازار ایم جی روڈ، تریکرہ (کرناٹک)

مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اصطلاح درست ہے یا نہیں؟

زید کہتا ہے کہ مسلک چار ہی ہیں: حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی۔ لہٰذا ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کہہ کر پانچواں مسلک ایجاد کرنا جائز نہیں۔

بکر کہتا ہے مسلک اعلیٰ حضرت آج مسلک حق کی شناخت ہے اور درحقیقت یہ مسلک حنفی کا ہی دوسرا نام ہے، الگ پانچواں مسلک نہیں، لہٰذا مسلک اعلیٰ حضرت کہنا جائز ہے۔

پھر اس سلسلے میں **عمرو** کا کہنا ہے کہ اگر اہل سنت کی شناخت اور اس کے تشخص کے لیے ایک نام کی ضرورت پڑ گئی تھی تو اس میں اعلیٰ حضرت ہی کی جانب مسلک کو منسوب کیا جائے اس کی کیا حاجت پڑی؟ اس مسلک کو تو علامہ شیخ عبد الحق محدث کی طرف بھی منسوب کیا جا سکتا تھا، مسلک فضل حق خیر آبادی کے نام سے یہ تشخص قائم کیا جا سکتا تھا، مسلکِ مجدد الف ثانی سے بھی مسلک اہل سنت کی پہچان کرائی جا سکتی تھی۔ آخر علمائے اکابر نے مسلک کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہی کیوں منسوب کیا؟

آج اس بارے میں کافی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ جتنے منہ اتنی باتیں، اس حوالے سے عوام و خواص میں آج کافی انتشار ہے، تفصیلی اور مدلل، نیز اطمینان بخش جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہتر اجر عطا فرمائے گا۔

******

مختصر جواب

آج کے دور میں "مسلکِ اعلیٰ حضرت" جدید تعبیر ہے ارشادِ رسول: «مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ» کی، مسلکِ اہل سنت اور مسلکِ سَوادِ اعظم کی۔ یہ نام ضروریاتِ دین کے منکروں اور گستاخانِ رسول سے امتیاز کے لیے وجود میں آیا، اس کا تعلق عقائدِ دینیہ سے ہے، فقہی، فروعی اجتہادی مسائل اس میں شامل نہیں۔ چاروں ائمۂ مذاہب اور ان کے ماننے والے بے شمار حضرات جس طرح بہت سے فروعی مسائل میں باہم اختلاف رکھنے کے باوجود اہلِ سنت سے ہیں اسی طرح مسلکِ اعلیٰ حضرت کے ماننے والے بھی باہم کسی فرع میں اختلاف کے باوجود اس کے ماننے والوں میں ہی مکمل طور پر شامل ہیں اس لیے اِفراط و تفریط سے پاک اعتدال کی روش اپنائیے، حق کو سمجھیے، اسے قبول کیجیے اور بھائی بھائی کی طرح شیر و شکر بن جائیے۔

تفصیلی جواب

بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ ٥ و الصلاۃ و السَّلام علی رسول اللہ ٥

و علی اٰلِہٖ و صَحبِہٖ و مَنْ وَالَاہ۔

الجواب:

(ا) **«مسلکِ اعلیٰ حضرت» کی اصطلاح** بلا شبہہ جائز و درست ہے کیوں کہ یہ «مسلکِ اہل سنت و جماعت» کا ہی دوسرا نام ہے۔ اور آج کے دور میں یہ اسی کی واضح شناخت اور پہچان ہے۔

مسلک اہل سنت و جماعت کا تعلق عقائد سے ہے خواہ وہ عقائد ضروریاتِ دین سے

ہوں یا ضروریاتِ دین سے تو نہ ہوں مگر اجماعی قطعی ہوں، یا ضروریاتِ اہل سنت سے ہوں۔ اسی مسلک سے عہد رسالت سے لے کر آج تک ساری دنیا کے مسلمان وابستہ رہے پھر بہت بعد میں فقہی، فروعی اجتہادی مسائل میں دلائل کی بنا پر اسی مسلک سے وابستہ فُقہا کے چار مذاہب وجود میں آئے ۔

☆حنفی ☆مالکی ☆شافعی ☆حنبلی

یہ چاروں مذاہب ناجی ہیں اور آج جو ان سے الگ ہے وہ ناری۔ یہ چاروں مذاہب صرف فقہی، فروعی، اجتہادی مسائل میں باہم اختلاف رائے رکھتے ہیں اور عقائد میں سب کا مسلک ایک ہے «مسلک اہلِ سنت و جماعت» — تمام اہلِ اسلام و مجدّدینِ اسلام کا مسلک یہی رہا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت شیخ محقّق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، تاج الفحول مولانا عبد القادر محبِّ رسول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سب اسی مسلک پر قائم تھے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف مسلک کو منسوب کرنے کی وجہ:

چودہویں صدی ہجری میں جب دیوبندی مذہب کے لوگوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کھلی گستاخیاں کیں، آپ کے بعد نیا نبی آنا جائز و ممکن بتا کر ایک عقیدۂ قطعیہ اجماعیہ کا جو ضروریاتِ دین سے ہے انکار بھی کیا، ساتھ ہی قادیانیت نے بھی سر ابھارا جب کہ وہابیت پہلے ہی سے اسلام کے نام پر اپنے باطل عقائد کو فروغ دے رہی تھی تو اس وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جہاد بالقلم فرما کر فتنۂ دیوبندیت و وہابیت وغیرہ کی سرکوبی کی اور اہل سنت و مسلکِ اہلِ سنت کی حفاظت کا بے مثال کارنامہ انجام دیا۔ یہاں تک کہ آپ کا نام سنی اور دیوبندی، یوں ہی سنی اور وہابی اور سنی و قادیانی،

وغیرہ کے درمیان وجہِ امتیاز بن گیا۔ اسی وجہ سے آج کے زمانے میں مسلک کی نسبت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف کی جاتی ہے اور «مسلکِ اعلیٰ حضرت» بولا اور لکھا جاتا ہے۔

بسا اوقات ایک ہی چیز کے دو یا کئی نام و اَلقاب ہوتے ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ ایک ہی چیز کو متعدّد اَلقاب و اَسما سے کیوں یاد کیا جاتا ہے اور اس میں کسی کو کوئی خلجان بھی نہیں ہوتا مثلاً خود «مسلک اہل سنت» کے متعدّد نام ہیں: «ما انَا عليه و أصْحابِي» اور «مسلکِ سوادِ اعظم» تو اگر آج وہابیوں، دیوبندیوں ندویوں، قادیانیوں، چکڑالویوں اور نیچریوں سے امتیاز کے لیے مسلکِ اہل سنت کے بجاے مسلک اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے تو اس پر بھی کسی مُنصف کے قلب و دماغ میں خلجان نہیں پیدا ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید کا یہ کہنا کہ: «مسلکِ اعلیٰ حضرت کہہ کر پانچواں مسلک ایجاد کرنا جائز نہیں» جراَتِ بیجا ہے۔ اس طرح کا اظہار خیال وہی کرتا ہے جسے «مسلکِ اعلیٰ حضرت» کا عرفان و شعور حاصل نہیں اور بہر حال کسی شخص یا لفظ پر بلا علم و تحقیق عدم جواز کا فتویٰ صادر کرنے سے احتراز لازم ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی یہ چاروں سَوادِ اعظم اہلِ سنت کے فروعی مذاہب سے ہیں جو فقہی، اجتہادی مسائل سے تعلق رکھتے ہیں اور دلائل میں تعارض یا قوت و ضعف یا عموم و خصوص و اطلاق و تقیید یا نسخ و عدم نسخ وغیرہ اسباب کی بنا پر یہ وجود میں آئے ہیں، اس طرح کے امور میں ایسے اختلافات بھی بندوں پر اللہ کی رحمت ہیں۔ اور دلائلِ شریعت کی بنیاد پر اختلاف کرنے والے فقہاے کرام بہر حال ثواب کے حق دار ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ صحیح حکم نکالنے والے فقہا کو دو نا ثواب ملتا ہے اور جن سے خطا ہو جائے ان کے حصے میں صرف ایک ثواب آتا ہے۔

"عَنْ أبي هريرة قال: قال رسولُ الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذَا حَكَمَ الحَاكِمُ فَاجْتَهَد، فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجرَانِ وَاِذَا حَكَمَ

فَاَخْطَاءَ فَلَهٗ اَجْرٌ وَاحِدٌ."

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حاکم اجتہاد سے کوئی حکم نکالنا چاہے اور صحیح اجتہاد کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب حاکم اجتہاد سے حکمِ شرعی نکالنا چاہے اور اس سے خطا ہو جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔(۱)

مگر یہ اجر «خطا» پر نہیں بلکہ اجتہاد پر ملتا ہے، جو عبادت ہے۔ ہاں خطا کے سبب کوئی گناہ ذمہ میں نہیں آتا اور یہ بھی اجتہاد وعبادت ہی کا فیض ہے۔

یہی حکم بعد کے فقہائے محققین کے فقہی فرعی اختلاف کا بھی ہونا چاہیے۔ اور مسلک اہلِ سنت و جماعت بلفظ دیگر مسلک اعلیٰ حضرت کا تعلق جیسا کہ بیان ہوا امورِ اعتقادیہ سے ہے، جس کا مخالف کافر اور بسا اوقات گمراہ و گمراہ گر ہوتا ہے۔ چند فروعی و استثنائی امور کے سوا عام عقائد کے احکام یہی ہیں۔

اب غور فرمائیے کہ کہاں مسلکِ اعلیٰ حضرت جو مسلک سوادِ اعظم اہل سنت کا دوسرا نام ہے۔ اور کہاں یہ چاروں مذاہب۔ جو مسلکِ اہل سنت سے نکلی ہوئی چار شاخیں ہیں، یہ مسلک ان مذاہب فروع پر اضافہ نہیں، اضافہ تو اس وقت ہوتا جب مسلکِ اعلیٰ حضرت کا تعلق بھی فقہی، فروعی، اجتہادی امور سے ہوتا۔ لأنّ الزّيادةَ لا تكون إلّا مِن جنس المزيد عليه اس لیے یہ سوچ ہی غلط ہے کہ چاروں فقہی مذاہب پر «مسلکِ اعلیٰ حضرت» کی اصطلاح اضافہ ہے۔

سچائی یہ ہے کہ مسلک اہل سنت و جماعت یا مسلکِ سَوادِ اعظم (جس کی ایک تعبیر آج «مسلک اعلیٰ حضرت» ہے) کا وجود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک سے ہے کیوں کہ یہ ترجمانی ہے ارشادِ رسالت: «ما أنا عليه وأصحابي» اور "وهي الجماعة" کی۔

---

(۱) جامع الترمذي، ج:۱، ص: ۱۵۸، ابواب الاحكام، بابُ ماجاء فی القاضی يُصيب و يخطئ، مجلس بركات، مباركفور.

صحابہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا تھا، یارسول اللہ! تہتر فرقوں میں جنتی فرقہ کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ گروہ جو میری اور میرے صحابہ کی سنت پر چلے اور وہ گروہ جماعت ہے۔ جیسا کہ ترمذی اور مشکاۃ المصابیح کے حوالے سے آگے [ص: ۳۲، ۳۳ پر] آرہا ہے۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ بہتر فرقے جو جہنمی ہوئے وہ عقائد میں ضرور اہل سنت و جماعت کے مخالف ہیں اور ایک فرقہ جو جنتی ہے وہی اہل سنت و جماعت ہے۔ تو اس کا تعلق بابِ عقائد سے ہی ہے اور اس کا وجود بھی آج سے نہیں بلکہ عہد رسالت سے ہے۔

اشعۃ اللمعات میں ہے:

وجدامی شوند امتِ من از آنہا کہ ایمان آوردہ وروی بقبلہ دارند بر ہفتاد وسہ مذہب دراصولِ عقائد ہمہ ایشاں مستحق درآمدنِ دوزخ باشند بہ جہتِ سوءِ اعتقاد والّا بہ جہتِ عمل شاید کہ فرقۂ ناجیہ نیز درآیند...... "وهي الجماعة" واہل یک ملت در بہشت وآن یک ملت مسمّٰی "الجماعة" ست از جہت اجتماعِ ایشاں بر کلمۂ حق و برآں چہ اجماع کردہ اند براں سلف کہ براہ راست بودہ اند۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ میری امت «اصولِ عقائد» میں تہتر مذاہب میں تقسیم ہو جائے گی اور سوائے ایک گروہ کے تمام فرقے بداعتقادی کی وجہ سے جہنم میں جانے کے سزاوار ہوں گے اور بدعملی کی وجہ سے تو ناجی گروہ کے لوگ بھی جہنم میں جاسکتے ہیں، نجات پانے والے گروہ کا نام «جماعت» اس لیے ہے کہ یہ لوگ کلمۂ حق اور اجماعِ سلف و صراطِ مستقیم پر مجتمع ہیں۔[۱]

نیز اسی میں ہے:

"وبالجملہ سوادِ اعظم در دینِ اسلام مذہبِ اہل سنت وجماعت ست۔"

ترجمہ: دین اسلام میں «سوادِ اعظم» اہلِ سنت و جماعت ہے۔[۲]

(۱) اشعّۃ اللمعات ص ۱۵۳، ج۱، باب الاعتصام

(۲) اشعّۃ اللمعات ص ۱۵۲، ج۱، باب الاعتصام

یہ حقیقت واضح رہے کہ عقائد قطعیہ، اجماعیہ میں سوادِ اعظم کا اتباع لازم ہے اور فروعی اعتقادیات کا جہاں تک سوال ہے توان میں بھی اشاعرہ وماتریدیہ کا اختلاف واضح ہے، اسی طرح فقہی مذاہبِ اربعہ میں ان کے درمیان بے شمار احکام و مسائل اور خود ان کے اصولِ فقہ میں بھی بہت سے اختلافات ہیں جو امت کے لیے رحمت ہیں کیوں کہ سنّتِ نبوی کے ہر پہلو پر ان کے ذریعہ عمل ہوجاتا ہے۔

ان اختلافات کے باوجود اشاعرہ وماتریدیہ اور احناف وشوافع ومالکیہ وحنابلہ چوں کہ عقائد قطعیہ، اجماعیہ میں متحد ومتفق ہیں اس لیے یہ سب کے سب سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت میں شامل اور اہل سنّت کے ہی طبقات و مسالک ہیں۔ عالم اسلام کے مسلمانانِ اہل سنت اعتقادی طور پر اشعری یاماتریدی اور فقہِ اسلامی میں ائمۂ مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک کے مقلد ہیں، چناں چہ عموماً احناف ماتریدی اور شوافع اشعری ہیں۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

"اِتّبِعوا السَّواد الأعظم" و المراد ما عليه أكثر المسلمين. قيل: وهٰذا في أصول الاعتقاد كأركان الإسلام و أمّا الفروع كبطلان الوضوء بالمسّ مثلًا فلا حاجة فيه إلى الإجماع، بل يجوز اتباع كلّ واحدٍ من المجتهدين كالأئمّة الأربعة وما وقع من الخلاف بين الماتريدية و الأشعرية في مسائل فهي ترجع إلى الفروع في الحقيقة فإنها ظنّيات، فلم تكن من الاعتقاديات المبنية على اليقينيات، بل قال بعض المحققين: إنّ الخلف بينهما في الكل لفظي.اھ. [1]

«سوادِ اعظم »کی پیروی کرو۔ اس سے مراد اکثر مسلمانوں کا مذہب ہے، یعنی

(۱) مرقاة المفاتيح ص ٣٨٣، ج١، حديث ١٧٤، دار الكتب العلمية، بيروت

”**اصولِ عقائد** جیسے ارکانِ اسلام[۱] میں اکثر مسلمانوں کا مذہب۔“

رہے فروعی مسائل: جیسے عورت کا بدن یا آلۂ تناسل چھونے سے [امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک] مثلاً وضو کا ٹوٹ جانا، تو اس کے لیے اجماع کی حاجت نہیں، بلکہ اس میں مجتہدین- جیسے چاروں ائمہ- میں سے ہر ایک کا اتباع جائز ہے۔ اور چند مسائلِ عقائد میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کے درمیان جو اختلاف ہے، وہ مسائل حقیقت میں فروع سے ہی ہیں، کیوں کہ وہ ظنّی مسائل ہیں، اعتقادیات سے نہیں ہیں جن کی بنیاد یقین پر ہوتی

---

(۱) - ارکانِ اسلام پانچ ہیں ☆اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے بندے ورسول ہیں ☆نماز قائم کرنا☆زکاۃ دینا☆بیت اللہ شریف کا حج ☆رمضان شریف کے روزے۔

[صحیح مسلم شریف، جلد :۱، ص:۳۲، کتاب الایمان، مجلس البرکات]

یہ اسلام کے پانچ بنیادی امور ہیں جن کی فرضیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور ان کی فرضیت کا منکر کافر، اسلام سے خارج ہے۔

اس کے برخلاف عورت وغیرہ کو چھونے سے وضو کا ٹوٹ جانا، تکبیرِ تحریمہ کے لیے دونوں ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا، یا لٹکتا ہوا چھوڑ دینا، تکبیرِ تحریمہ کے بعد دونوں ہاتھ سینے پر یا ناف کے نیچے باندھنا، رفعِ یدین اور آمین بالجہر وغیرہ کے مسائل فروعی ہیں، ان میں ایک امام کے مذہب سے دوسرے امام نے اختلاف کیا ہے اور اس طرح کے اختلافات بے شمار ہیں، پھر بھی سب مسلمان ہیں اور اہلِ سنت وسوادِ اعظم سے ہیں۔

یوں ہی چلتی ٹرین میں نماز کی صحت کا مسئلہ بھی فرعی واختلافی ہے، کبھی ایک حکم پر تمام علماے اہلِ سنت کا اتفاق نہ ہوا، البتہ امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز صحیح نہیں، پھر ہندوپاک کے اکثر علماے اہلِ سنت آپ کے اتباع میں اسی موقف کے حامی ہو گئے، لیکن جس بنیاد پر آپ نے وہ فتویٰ جاری کیا تھا وہ بنیاد آج بدل چکی ہے، اس لیے وہ حکم بھی خود ہی بدل گیا، اس کی تحقیق وتشریح ہمارے مقالات «چلتی ٹرین میں نماز کی اجازت کیوں اور کیسے؟» اور «نماز کے احکام پر ریل کے بدلتے نظام کا اثر» میں ہے۔

الغرض جب ریل میں نماز کا یہ مسئلہ بھی فروع سے ہے وہ بھی شروع سے ہی اختلافی، اور آج کے زمانے میں عدم جواز کی بنیاد بھی بدل چکی ہے، تو اب سب کا موقف جواز کا ہونا چاہیے اور یہ سوادِ اعظم سے اختلاف نہیں ہے کہ سوادِ اعظم کا تعلق اصولِ عقاید سے ہے جو قطعی واجماعی ہے، اور نماز کا یہ مسئلہ فرعی، ظنی، غیر اجماعی، بلکہ سچ یہ ہے کہ یہ کسی سے بھی اختلاف نہیں ہے، اسے دل سے قبول کیجیے اور بہر حال عقاید اور فروع کا فرق ہمیشہ یاد رکھیے، تاکہ دونوں کے حدود کا احترام باقی رہے۔ محمد نظام الدین رضوی غفرلہٗ

ہے، اور بعض محققین نے فرمایا کہ ان دونوں گروہوں کے سارے اختلافی مسائل حقیقی و معنوی اختلافات سے نہیں بلکہ سب کے سب لفظی اختلافات سے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح)

سَوادِ اعظم اہل سنت و جماعت ہی ہمیشہ حق وہدایت پر اور کثیر التعداد رہے ہیں لیکن بالفرض کبھی قلیل التعداد ہو جائیں تب بھی وہ حق وہدایت پر ہی رہیں گے۔ فرض کیجیے اگر کبھی ایک ہی شخص پوری روے زمین پر «اللہ اللہ» کہنے والا ہو جیسا کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے ایسا ہو سکتا ہے تو وہی سوادِ اعظم ہو گا کہ اس کا رشتہ سوادِ اعظم سے ہے، وہ قطرہ ہے مگر بحر سے وابستہ ہے۔

اسی «مسلکِ اہل سنت» سے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی مذاہب کی چار شاخیں نکلیں جن کے باعث چار فروعی مذاہب وجود میں آئے۔ فروع کا یہ اختلاف باعثِ رحمت و ثواب ہے اور بہتر فرقوں کا وہ اختلاف باعث ہلاکت وعذاب ہے۔ اس لیے ایک کا مُوازنہ دوسرے سے نہیں کیا جا سکتا، نہ ہی فروع پر عقائد کا حکم جاری کیا جا سکتا ہے، دونوں میں کھلا فرق ہے۔

درِ مختار اور شامی کی درج ذیل فقہی عبارات «فروع» اور «عقائد» کے درمیان نمایاں طور پر خطِ امتیاز کھینچتی ہیں۔ درِ مختار میں ہے:

وفيها: إذا سُئلنا وعَن مذهبنا ومذهب مُخالفنا، قُلنا وجوبًا: مذهبُنا صَوابٌ يَحتِملُ الخَطأَ وَمَذهبُ مُخَالِفنا خطاءٌ يحتمل الصَّواب.

وإذا سُئلنا عن مُعتقدنا ومعتقدِ خصومنا، قلنا وجوباً : الحقُّ ما نحنُ عليه، والباطلُ ما عليه خصومنا. اھ

ردالمحتار میں ہے:

(وفيها) أي في الاشباه عن اٰخِرِ «المصفىٰ» للإمام النَّسفى. (قوله: مخالِفنا) أى مَن خالفنا في الفروع من الأئمة المجتهدين .... فلا نجزم بأنّ مذهبنا صواب البتّة، ولا بأنّ مذهبَ مخالِفنا خطاءٌ البتّة، بناءً على المختار مِن أنّ حكم الله في كلّ مسئلة

واحدٌ معين واجبٌ طلبُهٗ فمن أصابه فهو المصيب ، ومَن لا فهو المخطئُ. ونقل عن الأئمة الأربعة : ثم المختارُ أنّ المخطئَ مَأجور، كما في التحرير و شرحِهٖ.

قولهٗ: (عن مُعتقدِنا) أي عمّا نعتقِدُهٗ من غير المسائل الفرعيّة ممّا يجب اعتقاده علىٰ كلِّ مكلّفٍ وهو ما عليه «أهلُ السُّنَّة والجماعة»وهُم الأشاعرةُ والماتُريديَّةُ، وهم متوافقون إلّا في مسائل يسيرة أرجعها بعضُهُم إلىٰ الخلاف اللّفظي. إهـ ملتقطًا

ترجمہ: اور اشباہ میں امام نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب «مصفّٰی» سے ہے کہ ہم سے جب یہ سوال کیا جائے کہ فروعی مذاہب میں ہمارا مذہب صواب ہے یا ہمارے مخالف ائمۂ مجتہدین کا؟ تو ہم پر یہ جواب دیناواجب ہے کہ ہمارا مذہب صواب ہے، اس میں احتمالِ خطا ہے اور ہمارے مخالف امام کا مذہب خطا ہے، اس میں احتمالِ صواب ہے، کیوں کہ ہمیں اس بات پر جزم نہیں ہے کہ ہمارا مذہب یقیناً صواب ہے، اور نہ اس بات پر جزم ہے کہ ہمارے مخالف امام کا مذہب یقیناً خطا ہے، کیوں کہ مذہبِ مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر مسئلے میں ایک ہے جو معیّن ہے، اس کی جستجو واجب ہے، تو جو اسے پا جائے وہ صواب پر ہے، اور جو نہ پا سکے وہ خطا پر ہے اور ائمۂ اربعہ سے منقول ہے کہ مختار یہ ہے کہ جس سے اجتہاد میں خطا ہو جائے، اسے بھی اجر و ثواب ملے گا، جیسا کہ تحریر و شرحِ تحریر میں ہے۔

اور جب ہم سے ہمارے اور ہمارے خصم کے عقیدے کے بارے میں سوال کیا جائے تو ہم پر یہ کہنا واجب ہو گا کہ عقائد میں ہمارا مذہب حق ہے، اور ہمارے خصم کا مذہب باطل۔

«عقیدے» سے مراد مسائل فرعیہ کے سوا وہ امور ہیں جن کا اعتقاد ہر مکلف پر واجب ہے۔ اور یہ وہی عقیدے ہیں جن پر اہلِ سنت و جماعت قائم ہیں اور اہلِ سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں، یہ حضرات چند مسائل کے سوا تمام عقائد پر باہم اتفاق رکھتے ہیں اور بعض علما نے فرمایا کہ جن مسائل میں ان حضرات کے درمیان ہلکا پھلکا اختلاف ہے وہ

بھی اختلافِ لفظی ہے۔ (۱)

اور جس مسلک کا وجود عہدِ رسالت سے ہے صرف نام کے فرق کا سہارا لے کر اس کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ اسے ناجائز کہنا، نادانی ہے یا ناانصافی یا عناد۔

اور بکر جو یہ کہتا ہے کہ «درحقیقت یہ **مسلکِ حنفی** کا ہی دوسرا نام ہے» بے جا ہے۔ مذہبِ حنفی تو مسلکِ اہل سنت و جماعت سے جُڑی ہوئی چار شاخوں میں سے ایک مضبوط اور سایہ دار شاخ کا نام ہے، جسے علم نہ ہو اسے یہ حق نہیں کہ اس طرح کے امور میں دخل دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ آج کے علمائے محققین اور فقہائے دین متین کے درمیان اگر فقہی فروعی نوپیدا مسائل کے احکام کے بارے میں دلائل کی بنیاد پر اختلاف ہو جائے تو اس کی وجہ سے وہ مستحق اجر و ثواب تو ہو سکتے ہیں مگر ان پر یہ الزام عائد کرنا بڑی ناانصافی ہوگی کہ وہ مسلکِ اہل سنت و جماعت بلفظِ دیگر مسلک اعلیٰ حضرت سے منحرف یا اس کے مخالف ہو گئے، کیوں کہ مسلک اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف و اختلاف باعثِ استحقاقِ جہنم و عذاب ہے۔ جب کہ فقہی فروعی نوپیدا مسائل میں اختلاف باعثِ رحمت و ثواب ہے۔ جو بھی سنی ہے وہ مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن ہے اور جو بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت پر گامزن ہے وہ سنی صحیح العقیدہ ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص اپنی شامتِ نفس سے معاذ اللہ کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو وہ گنہ گار تو ہے جیسے بے نمازی، داڑھی منڈانے والے، شراب پینے والے وغیرہ۔ مگر اس کی وجہ سے وہ اہلِ سنت و جماعت یا مسلک اعلیٰ حضرت سے خارج نہیں قرار پائیں گے پھر فقہا کے درمیان اگر شرعی دلائل کی بنیاد پر کسی نوپیدا مسئلہ میں بالفرض اختلاف بھی ہو جائے تو وہ، یا جو فقہ شافعی، مالکی، حنبلی پر کاربند ہیں وہ اہل سنت یا مسلک اعلیٰ حضرت سے کیسے خارج قرار دیے جا سکتے ہیں۔ یہ تو ہو

(۱) درِ مختار و ردّ المحتار، ج:۱، ص:۱۳۹، کتاب الطهارة

سکتا ہے کہ فہمِ دلیل و تحقیقِ حکم میں کہیں کسی سے لغزش ہو جائے تو اسے بعدِ وضوحِ تام خاطی کہہ سکتے ہیں مگر یہ حق بھی صرف صاحبِ بصیرت و وسعتِ اطلاع علما و فقہا کا ہے، ان کے سوا کسی اور کو یہ فیصلہ کرنے کا حق نہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت کیا ہے؟

«مسلک اعلیٰ حضرت» فی الواقع اہل سنت و جماعت کے عقائد اجماعیہ، قطعیہ، ظنیہ کے مجموعے کا دوسرا واضح نام ہے۔ ان تمام عقائد کو اگر ایک لفظ سے بیان کیا جائے تو وہ «محبتِ رسول» و «عشقِ مصطفیٰ» ﷺ ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ خود فرماتے ہیں۔

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

اور اسے پھیلایا جائے تو درج ذیل کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حسام الحرمین، تمهيد ايمان، تجلی اليقين، الدولة المكيه، انباء المصطفیٰ ، خالص الاعتقاد ، الكوكبة الشهابيه ، سلّ السيوف الهنديه، سبحٰن السبوح، الامن و العلیٰ، بركات الامداد، الجراز الديّانی ، السّوء والعقاب، رد الرَّفَضه ، فتاوی الحرمين، وغيرها.

ان کتابوں میں مذہب اسلام کے کچھ ایسے عقائد بیان کیے گئے ہیں جو اجماعی اور قطعی ہونے کے ساتھ ضروریاتِ دین سے بھی ہیں اور ان کا منکر بلا شبہہ کافر، اسلام سے خارج، جیسے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کی فرضیت اور آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں کی تکفیر قطعی، خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیا کا لاریب عقیدہ جس کا منکر بلا شبہہ کافر و مرتد۔ یہ عقائد ایسے قطعی یقینی ہیں کہ جو حق واضح ہونے کے بعد ان میں شک کرے وہ بھی کافر قرار پاتا ہے۔

اور کچھ ایسے عقائد ہیں جن کے حق ہونے پر ایمان رکھنا فرض ہے اور ان کا منکر جماہیرِ فقہاے کرام کے مذہب پر کافر اور اسلام سے خارج ہوتا ہے ان عقائد کا بیان رسالۂ مبارکہ الكوكبة الشهابية وغیرہ میں ہے۔

اور کچھ عقائد قطعیت کے ایسے اعلیٰ معیار پر تو نہیں ہیں تاہم وہ اہل سنت و جماعت کے مسلّمات یا ضروریات سے ہیں ان کا منکر گمراہ، گمراہ گر اور فاسق قرار پاتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ کے درج ذیل اقتباس میں ان امور کی جھلک محسوس کی جا سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ارقام فرماتے ہیں:

❁ اگر علم غیب بہ عطاے الٰہی کثیر و وافر اشیا و اسما و صفات و احکام و برزخ و معاد و اَشراطِ ساعت گزشتہ و آئندہ کا منکر ہے تو صریح گمراہ بد دین و منکرِ قرآن عظیم و احادیثِ متواترہ ہے۔

❁ اور ان میں ہزاروں غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملنا ضروریاتِ دین سے ہے اور ضروریات دین کا منکر یقیناً کافر۔

❁ یوں ہی تلبیسی طور پر بعض کا اقرار کرتا اور وہابیہ کا اعتقاد رکھتا ہے تو گمراہ بد دین ہے۔

❁ اور جو خاص دیوبندی عقائد پر ہو وہ کافر و مرتد ہے، یوں ہی جو ان عقائد پر اپنا ہونا نہ بتائے مگر ان لوگوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو اچھا جانے یا مسلمان ہی سمجھے جب بھی خود مسلمان نہیں۔ در مختار و مجمع الانہر و بزازیہ و غیرہما میں ہے: مَن شكّ في كفره فقد كفر۔

❁ ہاں اگر تمام خباثتوں سے پاک ہو اور علمِ غیب کثیر و وافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اس کا اقرار کرے صرف «اِحاطۂ جمیع ما کان و ما یکون» میں کلام کرے اور ان میں ادب و حرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر

ہے۔"[۱]

جو شخص درج بالا کتابوں اور اس طرح کی دوسری تصانیف مثلا ازالۃُ العار اور جزاءُ الله عدوّہ، وغیرہا کو صحیح مانتا اور دل سے ان کی تصدیق کرتا ہے وہ ضرور مسلکِ اہلِ سنت و مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن ہے اور سنی صحیح العقیدہ۔ یہ کسی نو پید افرعی فقہی مسئلے میں الگ تحقیقی راے رکھنے کی وجہ سے مسلک اعلیٰ حضرت سے خارج نہ ہوگا جیسا کہ اس طرح کے بہت سے مسائل میں ہمارے علما الگ راے رکھتے ہیں مگر وہ مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم مانے جاتے ہیں۔ مثلاً

❁ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے مسجدوں اور گھروں میں برقی لائٹ اور برقی پنکھا لگانا ناجائز لکھا ہے مگر آج عوام و خواصِ اہلِ سنت کا عمل بلا انکارِ نکیر اس کے خلاف ہے جس سے جواز کا رجحان صاف سمجھا جا سکتا ہے۔

❁ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور عامۂ فقہاے حنفیہ وادیِ مُحسِّر (جو دراصل «وادیِ عذاب» ہے) میں وقوفِ مُزدلفہ جائز نہیں مانتے اور کوئی عذر شرعی در پیش ہو جائے تو وقوفِ مُزدلفہ کو ساقط مانتے ہیں اور وادیِ عذاب میں وقوف کی اجازت نہیں دیتے مگر علماے شرعی کونسل نے عذر ناگزیر کی صورت میں اجازت دی ہے۔

❁ لڑکیوں کو لکھنا سکھانا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نہ صرف ناپسند کرتے ہیں، بلکہ بڑے بلیغ الفاظ میں اس سے ممانعت فرماتے ہیں مگر اب کچھ علماے کبار اس کی کھلی اجازت دیتے ہیں۔

پھر فروعی مسائل میں اپنے اکابر سے «جدا راے» یا «اختلافِ راے»[۲] رکھنے کا یہ معاملہ کوئی آج کے دور کی ایجاد نہیں ہے بلکہ عہد صحابہ و عہد تابعین سے یہ سلسلہ چلا آرہا

---

(۱) فتاوی رضویه ج ۳ ص ۲۱۸، سنی دار الاشاعت، مبارک پور

(۲) «جدا راے» اور «اختلافِ راے» میں فرق ہے، وضاحت کے لیے میرا مقالہ: «فقہی اختلافات کے حدود» ملاحظہ فرمائیں۔ نظام غفرلہ

ہے۔ خود سراج الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ نے آپ سے اختلاف رائے کیا ہے اور جدارائے کے نظائر بھی بہت ہیں جن پر قدرے بسط کے ساتھ ہم نے اپنے ایک رسالہ «مذہب حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت» میں روشنی ڈالی ہے۔ اگر فقہی فروعی مسائل میں جداگانہ رائے یا اختلافِ رائے «مسلک اعلیٰ حضرت» سے انحراف کا باعث ہو تو عہد صحابہ سے لے کر چودہویں صدی ہجری تک اکابر و اصاغر کے درمیان جو بے شمار فقہی اختلافات ہوئے وہ معاذ اللہ ان کے «مسلکِ اہل سنت» سے انحراف کا باعث قرار پائیں گے۔ حالاں کہ اس طرح کا وہم کسی فہم میں نہیں آتا تو پھر آج انحراف کا حکم کس دلیل اور کس بنیاد پر دیا جا سکتا ہے۔

ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے کہ حرمین شریفین زاد ھما اللہ شرفاً و تکریماً کے بہت سے مالکی اور شافعی علما نے حسام الحرمین پر زور دار تصدیقات لکھی ہیں، مثلاً:

☆حضرت مولانا شیخ عابد حسین مالکی رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالیٰ وَرَضِی عَنْهُ

☆حضرت مولانا محمد علی بن حسین مالکی رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالیٰ وَرَضِی عَنْهُ

☆صاحب الہام ملکی سید شریف مولانا سید احمد جزائری مالکی رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالیٰ وَرَضِی عَنْهُ

☆حضرت مولانا محمد عزیز وزیر مالکی مغربی اندلسی، مدنی، تونسی رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالیٰ وَرَضِی عَنْهُ

☆حضرت مولانا مفتی محمد سعید باُصیل شافعی رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالیٰ وَرَضِی عَنْهُ

☆حضرت مولانا مفتی سید شریف احمد برزنجی شافعی رَحِمَهُ اللّٰهُ تعالیٰ وَرَضِی عَنْهُ

اور زبانی طور پر تایید و تصدیق فرمانے والے تو بہت ہیں، مگر فروعی مسائل میں یہ حضرات فتاویٰ رضویہ کے مسائلِ کثیرہ سے اختلاف رائے رکھتے تھے تو کیا یہ حامیانِ اعلیٰ حضرت و ائمۂ مسلکِ اہلِ سنت خود «مسلک اعلیٰ حضرت» بلفظِ دیگر «سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت» سے خارج اور بد مذہب قرار پائیں گے، یا معاذ اللہ اس سے بھی بڑھ کر ٹھہریں گے، یوں ہی کیرلا کے موجودہ علماے شافعیہ جنھوں نے حُسام الحرمین کی تصدیق فرمائی وہ کیا فروعی مسائل میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے الگ موقف رکھنے یا فتاویٰ رضویہ کے خلاف عمل و فتویٰ کی وجہ سے مسلکِ اعلیٰ حضرت سے خارج ہیں؟

اللہ کی پناہ، ایسا ہرگز نہیں، اسے تو سب لوگ آسانی کے ساتھ سمجھ لیتے ہیں، تو آج اگر بالفرض کوئی عالمِ محقّق، یا مجلسِ فقہا کسی فرعی مسئلے میں جدا راے رکھے اور حسام الحرمین کی تصدیق کرے تو اسے بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت کا مخالف نہیں سمجھنا چاہیے، خوفِ خدا سے جذبۂ انصاف کو زندہ کیجیے اور سنت و سنیت پر خدا ارحم فرمائیے۔

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا ــــ کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر ــــ چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

واضح ہو کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک نہیں، بلکہ وہی مسلکِ اہل سنت ہے جو ہمیشہ سے تمام مسلمانوں کا مسلک رہا ہے اور چاروں مذاہب کے امام بھی باہم بہت کچھ فقہی فروعی اختلافات رکھنے کے باوجود ہمیشہ اسی مسلک کے حامی و عامل مانے گئے۔ اب اس مقام پر مجددِ اعظم، امام احمد رضا قُدّس سرہ کا درج ذیل ارشاد ٹھنڈے دل سے بغور پڑھیے:

«اتّباعِ سَوادِ اعظم» کا حکم اور «مَنْ شَذّ شَذّ فِي النَّارِ» [جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا] کی وعید صرف دربارۂ عقائد ہے، مسائلِ فرعیہ فقہیہ کو اس سے کچھ علاقہ نہیں۔

صحابۂ کرام سے ائمہ اربعہ تک (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کوئی مجتہد ایسا نہ ہوگا جس کے بعض اقوال خلافِ جمہور نہ ہوں۔

- سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطلقاً «جمع زر» (مال جمع کرنے) کو حرام ٹھہرانا۔
- ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا «نَوم» (سونے) کو حَدث (ناقض وضو) نہ جاننا۔
- عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسئلۂ ربا۔ (۱)

(۱) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب سود کے بارے میں یہ تھا کہ جنس کی بیع جنس کے بدلے میں کمی، بیشی کے ساتھ جائز ہے، سود نہیں ہے جیسے چاندی یا سونے کے ایک سکّے کی بیع دو سکّے کے بدلے میں یا مثلاً ایک کلو کھجور یا گیہوں یا جَو یا نمک کی بیع دو کلو کھجور یا گیہوں یا جَو یا نمک کے بدلے میں۔ یہی مذہب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی تھا جب کہ عامۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ان حضرات کے برخلاف یہ تھا کہ یہ معاملہ سود و حرام ہے، امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعد میں دونوں حضرات کا رجوع بھی نقل کیا ہے جیسا کہ ان کی شرح صحیح مسلم ص ۲۷ ج ۲ میں ہے مگر جب تک یہ حضرات وہ موقف رکھتے تھے اس وقت تک تو وہ جمہور صحابہ کے خلاف ہی تھا۔ ۱۲ نظام

- امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلۂ مدّتِ رضاع۔ (۱)
- امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلۂ متروكُ التّسمية عَمداً۔ (۲)
- امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلۂ طہارتِ سورِ کلب • وتعبُّد غسلاتِ سَبع۔ (۳)
- امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلۂ «نقضِ وُضو بلحم جزور» (۴) وغير ذلك (۵)

مسائلِ کثیرہ کو جو اس وعید کا موردِ جانے خود "شَذَّ فِي النَّار" [جہنم میں جانے] کا مستحق بلکہ اجماعِ اُمّت کا مخالف اور "نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا" [ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے] کا مُستوجِب (حقدار) ہوگا۔ (۶)

---

(۱) - امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ "مدّت رضاع ڈھائی سال ہے" یعنی ڈھائی سال کی عمر تک بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو وہ اس کی ماں ہو جائے گی اور یہ اس کا بیٹا، اس کے بر خلاف فقہاے صحابہ و تابعین و علماے اَمصار کا مذہب یہ ہے کہ "مدّت رضاع" دو سال ہے، امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شرح صحیح مسلم میں ایسا ہی لکھا ہے، دیکھیے ص ۴۶۹، ج ۱، کتاب الرضاع، مجلس البرکات۔ ۱۲ نظام

(۲)- امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جانور ذبح کرنے والے نے قصداً ذبح کے وقت «بسم اللہ» نہ پڑھی تو بھی جانور حلال ہے، اس کے بر خلاف عامۂ فقہاے اَمصار و صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ قصداً «بسم اللہ» چھوڑ دینے کی وجہ سے جانور مُردار و حرام ہو جائے گا۔ ۱۲ نظام

(۳)- امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ کتے کا جوٹھا پاک ہے جب کہ ان کے سوا دوسرے فقہاے امت کا مذہب یہ ہے کہ ناپاک ہے۔

نیز امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ کتے کا جوٹھا برتن سات بار دھونے کا حکم بطور عبادت ہے، تطہیر کے لیے نہیں یعنی سات کا عدد تعبُّدی ہے اور قولِ طہارت پر یہ مذہب جمہور فقہا کے خلاف ہے۔ ۱۲ نظام

(۴) - امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جب کہ جمہور فقہا کا مذہب یہ ہے کہ وہ ناقض وضو نہیں ہے، ایسا ہی شرح صحیح مسلم ص ۱۵۸ ج ۱ میں ہے۔ ۱۲ نظام

(۵)- جیسے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رکوع میں "تطبیق" کا قول، یعنی دونوں ہتھیلیوں کو باہم ملا کر دونوں رانوں کے بیچ میں کر دینا ☆ اور دو مقتدی ہوں تو امام کا دونوں کے برابر بیچ میں کھڑا ہونا ☆ گھر میں جماعت سے نماز پڑھے تو بغیر اذان و اقامت کے پڑھنا، جیسا کہ صحیح مسلم اور اس کی شرح نووی ص ۲۰۲، ج ۱، مجلس برکات میں ہے، اور اس طرح کے مسائل بہت ہیں جو مذاہبِ فقہا کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔ ۱۲ نظام غفرلہ۔

(۶) - فتاوی رضويه. جلد هفتم. صفحه ٤٨١، ٤٨٢، كتابُ القضاو الدعاوى، سنى دارالاشاعت مبارك پور

فتاوی رضویہ کی اس عبارت سے چند باتیں بہت کُھل کر سامنے آگئیں:

الف: «اِتّباعِ سَوادِ اعظم» کا تعلق صرف عقائد سے ہے، فقہی، فرعی مسائل سے نہیں (اور واضح ہو کہ «مَسلکِ اعلیٰ حضرت» مسلکِ سوادِ اعظم سے ہی عبارت ہے)

ب: صحابۂ کرام سے لے کر ائمۂ اربعہ تک کوئی مجتہد ایسا نہیں جس کا کوئی قول جمہور کے خلاف نہ ہو پھر بھی وہ حضرات سوادِ اعظم سے ہیں۔

مثلاً امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مذہب ہے کہ کوئی شخص جان بوجھ کر جانور ذبح کرتے وقت «بِسم اللهُ اکبر» نہ پڑھے تو بھی وہ جانور حلال ہے جب کہ ان کے سوا دوسرے ائمہ وفقہا اسے مُردار و حرام کہتے ہیں مگر اس قولِ شاذ کے باوجود بالاتفاق وہ سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت سے ہیں۔

ج: جو شخص ایسے اقوال پر «جماعت» سے انحراف یا «شَذَّ فِي النّار» و استحقاق جہنم کا حکم لگائے وہ خود اجماعِ اُمّت کا مخالف اور جہنمی ہے قرآن پاک میں اس کے لیے فرمایا گیا: وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے۔

واضح ہو کہ دیوبندی، وہابی، قادیانی، نیچری، صلح کلی اور چکڑالوی جماعت کے علما نے اہل سنت وجماعت سے اصولِ عقائد میں اختلاف کیا ہے اس لیے وہ سَوادِ اعظم سے منحرف اور شَذّ فِي النّار کے مصداق قرار پائے اور در حقیقت یہی لوگ «مسلک اعلیٰ حضرت» کے مخالف ہیں مگر جو لوگ عقائد میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ ہیں مگر فروع میں کہیں بھی ان کی رائے الگ ہو گئی ہے جیسے حضرت سیدی اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قوالی کو جائز ماننا، تو وہ ہرگز سَوادِ اعظم یا مسلکِ اعلیٰ حضرت سے باہر نہیں بلکہ وہ تو اپنے دور میں سوادِ اعظم کے سچّے علم بردار و ناشر مبلغ تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے ساتھ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے تعلّقات بہت اچھے رہے۔

جواب میں ان چند سطور کا اضافہ اپنے ان بھائیوں کی رہنمائی اور خیر خواہی کے لیے

کیا ہے جو بات بات پر مسلکِ اعلیٰ حضرت سے انحراف کے فرمان جاری کر دیتے ہیں اور انھیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا کہ اس کا تعلق مسلکِ اعلیٰ حضرت سے نہیں جس سے انحراف کفر وگمراہی ہے بلکہ خالص فروع سے ہے اور ان میں اختلاف جیسا کہ بیان ہوا رحمت ہے ارشاد ہے: اِختلافُ أمتي رحمةٌ۔ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔[1] اگر فروعی اختلافات پر اس طرح کے احکام جاری کرنا روا ہو تو چاروں مذاہب کے ائمہ وفقہا اور خود «حسام الحرمین» کی تصدیق فرمانے والے مالکی وشافعی علما اس سے نہیں بچ سکتے۔ اس لیے خدارا بے تحقیق، احکام جاری نہ کیے جائیں۔ جیسا کہ پیش نظر سوال میں زید نے کیا ہے اور توجیہ میں اسی طرح کی روش بکر نے بھی اپنائی ہے۔ اور بہر حال عقائد وفروع کے فرق کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ ساتھ ہی ان کے حدود کا احترام بھی لازمی طور پر کریں کہ اسی میں مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمُہٗ جَلَّ مجدہٗ اتمُّ و اَحکم.

کتبہ محمد نظام الدین الرضوی

(محمد نظام الدین الرضوی)

خادم الِافتاء بدار العلوم الاشرفیہ مصباح العلوم، مبارک فور

۲۶/ شوال المکرم ۱۴۳۴ھ

۳ / ۹ / ۲۰۱۳م (یوم الثلثاء)

(۱) مقدّمۂ رد المحتار بحوالہ المقاصد الحسنہ، ومختصر ابن حاجب، وغیرہ ص ٤٦، ٤٧، ج۱

مسلکِ اہلِ سنت ہی مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے

(۱) حضور سیدِ عالم ﷺ کی سنت اور جماعت کے پیرو کاروں کا نام «اہلِ سنت وجماعت » ہے جو احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے ماخوذ ہے، بلکہ بعض احادیث میں اس نام کی صراحت بھی موجود ہے، اور بہر حال یہ نام روزِ اول ہی سے تمام جہنمی فرقوں کے مقابل رہا ہے۔

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسولُ الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : اِنَّ بني اسرائیل تفرَّقت علیٰ ثنتین وسبعین ملّة وتفترق اُمتی علیٰ ثلث و سبعین ملة، کلُّهم فی النار اِلَّا ملّةً واحدةً، قالوا: وَمَنْ هِیَ یَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ : مَا أَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِي.‘‘

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتّر مذاہب میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت تہتر مذاہب میں تقسیم ہو جائے گی اور سب مذاہب والے جہنمی ہیں سوائے ایک مذہب والوں کے۔ صحابہ نے عرض کیا: یہ جنتی مذہب کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس مذہب پر میں ہوں اور میرے صحابہ۔(۱)

حضور ﷺ جس مذہب پر ہیں وہ بلا شبہہ آپ کی سُنّت ہے، جس کی پیروی کی تاکید کثیر احادیثِ نبویہ میں کی گئی ہے اور اس کے پیرو کار اہلِ سنت ہوئے۔ اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) مشکوٰۃ شریف، ص:۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، مجلسِ برکات/ جامع الترمذی، ج:۲، ص:۸۹، أبواب الإیمان، باب افتراق هٰذه الأمة مجلس البرکات.

وواحدةٌ في الجنّة و هي الجماعة. جنتی گروہ کا نام «جماعت» ہے۔(۱)

دونوں روایتوں کے مجموعے سے فرقۂ ناجیہ کے لیے «اہلِ سنت و جماعت» کا نام ماخوذ ہوتا ہے اور یہی ایک نام بہتر جہنمی فرقوں کے مقابل ہے، ہاں یہ نام عَلَم کی حیثیت سے بعد میں رائج ہوا۔ تکملہ بحر الرائق میں ہے:

ورُوِيَ عن عَلِيّ بن ابي طالب رضى اللهُ تعالىٰ عنهُ أنّهُ قال: المؤمنُ اذا أوجب السّنة والجماعة استجاب الله دعاءهُ وقضى حوائجهُ وغَفَرَ لَهُ الذُّنُوب جميعًا وكَتَبَ لهُ براءةً من النّار، وبراءةً من النفاق.

وفي خبر عبد الله بن عمر عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انه قال: مَن كانَ عَلى السُّنّة والجماعة استجاب الله دعاءهُ وكتب له بكلّ خُطُوةٍ يخطوها عشرَ حسنات ورفع له عشر درجات. فقيل لهُ: يا رسولَ الله، متىٰ يعلم الرجل انه من «**أهل السنة والجماعة**» فقال إذا وجد في نفسه عشرة اشياء فهو على السنّة والجماعة.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مومن جب سنت و جماعت کو واجب کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا، اس کی حاجتیں پوری فرماتا اور اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے لیے جہنم و نفاق سے آزادی لکھ دیتا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو سنت و جماعت پر قائم ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے، اس کے ہر قدم کے بدلے دس نیکیاں لکھتا ہے اور دس درجے بلند فرماتا ہے۔ تو عرض کی گئی، یا رسولَ اللہ! کسی آدمی کے تعلق سے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ «اہلِ سنت و جماعت» سے

---

(۱) مشكوٰة شريف، ص:۳۰، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، مجلس البركات/ جامع الترمذي، ج:۲، ص: ۸۹، أبواب الإيمان، باب افتراق هذه الأمة ، مجلس البركات، و احمد و أبو داؤد

ہے ؟آپ نے فرمایا کہ جب وہ اپنے اندر دس اوصاف پائے (تو وہ سنت و جماعت پر ہے، پھر آپ نے وہ اوصاف بیان فرمائے۔)[١]

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہمارا نام «اہلِ سنت و جماعت» خود حدیث نبوی سے ثابت ہے۔

اتباعِ سنت کا حکم تو کثیر احادیث میں دیا گیا ہے، اور اتباعِ جماعت کا حکم بھی حدیثِ نبوی میں موجود ہے۔

"عن ابن عمر قال: قال رسولُ الله ﷺ: اتَّبِعُوا السَّواد الأعظم."

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوادِ اعظم کی پیروی کرو۔[٢]

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ ، سوادِ اعظم «مسلمانوں کی جماعتِ کثیرہ» سے عبارت ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

"يدُ الله على الجماعة" جماعت پر اللہ کا دستِ کرم ہے۔[٣]

یہاں سے معلوم ہوا کہ مسلکِ اہلِ سنت و جماعت ہی مسلکِ حق ہے اور اللہ عزّوجلّ کی تائید و حمایت اسی کے ساتھ ہے۔

(٢) اور آج کے زمانے میں مسلکِ اہلِ سنت و جماعت ہی کی دوسری تعبیر «مسلکِ اعلیٰ حضرت» ہے۔

عرفِ ناس شاہد ہے کہ «اعلیٰ حضرت» کا لفظ اس زمانے میں «اہلِ سنت و جماعت» سے کنایہ ہوتا ہے، جیسے حاتم کا لفظ سخاوت سے، موسیٰ کا لفظ «حق پرست» اور

---

(١) تکملہ بحر الرائق، کتاب الکراھیۃ، ص:١٨٢، ج:٨

(٢) مشکوٰۃ، ص:٣٠، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

(٣) مشکوٰۃ، ص:٣٠، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ/ جامع الترمذی، ج:٢، ص:٣٩، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ، مجلس برکات

فرعون کا لفظ «باطل پرست» سے کنایہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج یہ لفظ اہلِ سنت و جماعت کی شناخت بن چکا ہے۔ کسی بھی مقام پر کوئی شخص اگر عقیدت سے «اعلیٰ حضرت» کا لفظ بول دیتا ہے تو سننے والے بلا تامل اسے «سنّی» یقین کر لیتے ہیں اور ہر شخص سمجھ جاتا ہے کہ یہ اہلِ سنت و جماعت سے ہے اور یہ عرف شرعًا مقبول ہے۔ حدیث میں ہے:

"ماراٰه المسلمون حسنًا فهو عند الله حسن."

جسے مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔[1]

اجلِّ علماے مکہ معظّمہ حضرت مولانا سید محمد بن العربي الجزائری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ الحدیث حرمِ مکہ فرماتے ہیں:

"إذا جاء رجل من الهند نسئلهٗ عن الشيخ أحمد رضا ، فإن مَدَحَهٗ علمنا انّه من أهل السنة ، وإن ذَمَّه عَلِمنا انّه مِن أهل البِدَع. هذا هو المعيار عندنا اه"

اس واقعہ کے راوی حضرت علامہ و مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علامہ جزائری کا ارشاد اپنے الفاظ میں یوں نقل کرتے ہیں:

"اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

ہندوستان کا جب کوئی عالم ہم سے ملتا ہے تو ہم اس سے مولانا شیخ احمد رضا خاں ہندی کے بارے میں سوال کرتے ہیں، اگر اس نے تعریف کی تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ یہ سنّی ہے۔ اور اس نے مذمت کی تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ شخص گم راہ اور بدعتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہی ایک کسوٹی ہے۔"[2]

حضرت مولانا غلام مصطفےٰ کوثر امجدی مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے سفرنامۂ حج میں لکھتے

(۱) – مسند امام احمد بن حنبل،ص:۳۷۹،ج:۱/ مستدرك حاكم،ص:۷۸، ج:۳

(۲) معمولات الأبرار، تالیف: علامه اعظمی علیه الرحمه، ص:۱۸۷، ایڈیشن ۱۹۷۷

ہیں کہ: ”حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قاضی القُضاۃ مکۂ معظّمہ نے (اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا نام سن کر) ایک آہِ سرد بھر کر فرمایا:

سیّدی العلامة الإمام أحمد رضا رحمه الله تعالیٰ "نحن نعرفهٗ بتصنیفاتهٖ وتالیفاتهٖ، حبُّه علامة السُّنة، وبُغْضُهٗ علامةُ البدعة.اھ"

یعنی ہم حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان کی تصنیفات و تالیفات سے پہچانتے ہیں، ان کی محبت سنیت کی علامت ہے اور ان سے بُغض بدمذہبی کی پہچان۔“[۱]

الحاصل اعلیٰ حضرت کی ذات، ان کی بیش بہا دینی خدمات، خصوصًا احقاقِ حق اور ردِّ باطل کے باعث سنیت کی شناخت ہے۔ اس لیے ان کے ہم مسلک ہونے کا معنیٰ ہے سنّی ہونا۔ اور «مسلکِ اعلیٰ حضرت» کا معنیٰ ہے «مسلکِ اہلِ سنت و جماعت» لہٰذا «مسلکِ اعلیٰ حضرت» کا اطلاق بلاشبہہ جائز ہے اور اس اصطلاح کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے اہلِ سنت و جماعت کا امتیاز بخوبی ہوجاتا ہے۔

ہمارا نام سلف سے خلف تک برابر اہلِ سنت رہا ہے اور آج بھی ہے، خصوصًا عالمِ عرب میں، ہندو پاک کے بعض علاقوں میں اب بھی صرف وہی قدیم عُرف رائج ہے اور احادیثِ مبارکہ سے بھی تائید یافتہ ہے اس لیے اسے ترک نہ کیا جائے اور ہمارے دیار اور ہندو پاک کے اکثر علاقوں کے عرف میں اسی کی دوسری تعبیر آج «مسلکِ اعلیٰ حضرت» بھی رائج ہے۔ اس لیے اس کے تعلق سے کوئی نازیبا کلمہ نہ کہا جائے

ہم سب مسلمان ہیں، ہمیں باہم بھائی بھائی کی طرح رہنا چاہیے، «رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ» کا مظہر بننا چاہیے اور اگر کسی بھائی سے چوک ہو جائے تو افہام و تفہیم کے طریقے سے خوش اسلوبی کے ساتھ اس کا حل نکالنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

---

[۱] اللہ کے گھر سے رسول اللہ کے درتک، ص:۸۷، اسلامک پبلشر، دھلی

مسلکِ اعلیٰ حضرت

اشعارِ نعت کی روشنی میں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کی ترجمانی اپنے اشعارِ نعت میں بھی کی ہے۔ ہم یہاں اس کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔

آپ اپنے رب عزوجل کی حمد اور محبوبِ رب ﷺ کی نعت ایک ساتھ یوں گنگناتے ہیں ؎

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا — تجھے حمد ہے خدایا

تمھیں حاکمِ برایا، تمھیں قاسمِ عطایا
تمھیں دافعِ بلایا، تمھیں شافعِ خطایا — کوئی تم سا کون آیا

وہ کنواری پاک مریم، وہ نفختُ فیہ کا دَم
ہے عجب نشانِ اعظم، مگر آمنہ کا جایا — وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ والے، چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے، ترے پایہ کا نہ پایا — تجھے یک نے یک بنایا

...—.....—.....—.....—...

خالق کے کمال ہیں تجدد سے بری — مخلوق نے محدود طبیعت پائی
بالجملہ وجود میں، ہے اک ذاتِ رسول — جس کی ہے ہمیشہ روز افزوں خوبی

...—.....—.....—.....—...

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ — اِن سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے اِنھیں — ایمان یہ کہتا ہے مِری جان ہیں یہ

محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ عزت کا
نظر آتا ہے اِس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا
یہی ہے اصلِ عالم مادہ ایجادِ خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

...—.....—.....—.....—...

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہوں میرے شاہ، میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اِس پہ کر دیا
خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے

...—.....—.....—.....—...

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے
خوف نہ رکھ ذرا رضاؔ، تو تو ہے عبدِ مصطفےٰ
تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے

...—.....—.....—.....—...

نہ کیوں کر کہوں یا حبیبی، اَغِثنی
اِسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے
ترے چاروں ہمدم ہیں یک جان، یک دل
ابوبکر، فاروق، عثماں، علی ہے
خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے

دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے
ترے در کا درباں ہے جبریلِ اعظم
ترا مدح خواں ہر نبی و ولی ہے

...—.....—.....—.....—...

دشمنِ احمد پہ شدت کیجیے ملحدوں کی کیا مروت کیجیے
ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجیے
مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں ذکرِ آیاتِ ولادت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دِل یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے
آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہ ہاں شفاعت بِالوجاہت کیجیے
حق تمھیں فرما چکا اپنا حبیب اب شفاعت بالمحبت کیجیے
اذن کب کا مل چکا، اب تو حضور ہم غریبوں کی شفاعت کیجیے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

...—.....—.....—.....—...

عرشِ حق ہے مسندِ رفعت رسول اللہ کی دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی
لاوَرَبِّ العرش جس کو جو ملا اُن سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
اہلِ سنت کا ہے بیڑا پار، "اصحابِ حضور نجم ہیں" اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

...—.....—.....—.....—...

مولا علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے
اور حفظِ جاں، تو جان، فروضِ غُرر کی ہے

ہاں تونے اِن کو جان، انھیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے
تُف نجدیت نہ کفر، نہ اسلام سب پہ حرف
کافر اِدھر کی ہے نہ اُدھر کی، اَدھر کی ہے
حاکم، حکیم، دادو دوادیں، یہ کچھ نہ دیں
مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

...—.....—.....—.....—...

آتے رہے انبیا کَمَا قِيْلَ لَهُم وَالخَاتَمُ حَقُّكُم کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفترِ تنزیل تمام آخر میں ہوئی مہر کہ اَكْمَلْتُ لَكُمْ

اِن اشعار میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے «مسلکِ اہلِ سنت» کے بہت سارے عقائد جمع فرمادیے ہیں، تو جو ان کا قائل ہو وہ «سنّی» ہے اور سوادِ اعظم اور مسلکِ اعلیٰ حضرت پر قائم۔ اور جو ان عقائد کا مخالف ہو وہ سوادِ اعظم مسلکِ اہلِ سنت و مسلکِ اعلیٰ حضرت سے منحرف۔ اب حق نظم و نثر سے ہر طرح واضح ہو چکا ہے، اس لیے خدارا کسی کو بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت و مسلکِ اہلِ سنت سے خارج کرتے وقت دل میں خوفِ خدا رکھ کر یقین حاصل کر لیجیے کہ وہ واقعی عقائد اہلِ سنت سے منحرف ہو چکا ہے۔ اور ایسا نہ ہو کہ کسی فرعی اجتہادی مسئلے کو بنیاد بنا کر اسے «جماعت نکالا» دے دیا جائے۔ مسلمان کی عزت و حرمت کا لحاظ ضروری ہے۔

قال الله تعالىٰ: « وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ »

وقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: «وكونوا عباد الله اِخوانًا— اللهم ارزقنا حبك و حُبَّ حبيبك صلى الله تعالىٰ عليه وسلم» وَاهْدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ انعَمْتَ عَلَيْهِمْ واحْشُرْنَا مَعَهُم وَاَدْخِلنَا دارَ السَّلَام.❋